اصلاح سخن

میں اور میری شاعری:-

قبل اس کے کہ عنوان بالا کے تحت میں اپنے استاد بھائیوں کے کلام کی اصلاح پیشکش ناظرین کروں، یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ وہ مضمون ہے جو شاید کئی نمبروں تک شائع ہو سکے۔ میری خواہش ہے کہ اس میں ہر ایک استاد بھائی کی ایک ایک غزل کے چند شعر مع اصلاح پیش کروں۔

مجھے شاعری کی دنیا میں قدم رکھے ہوئے بارہ سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا، اس مدت میں دو استادوں کے زیر اصلاح رہا، میرے پہلے استاد جناب سید محمد تقی صاحب نامیؔ لکھنوی تھے۔ میں تقریباً ۴ سال ان کی خدمت میں رہا۔ جناب نامیؔ صاحب نے مجھے شاعری کے ابتدائی منازل طے کرائے، اس کے بعد میں اپنی ملازمت کے سلسلہ میں کلکتہ چلا گیا اور تقریباً ۴ سال شاعری سے بالکل بے نیاز رہا۔ کلکتہ کی واپسی کے بعد مجھے شاعری کا پھر شوق ہوا۔ میں نے غزل کہی اور جناب نامیؔ صاحب کے دردولت پر بغرض اصلاح حاضر ہوا لیکن جناب نامیؔ صاحب عرصہ سے رنگون میں مقیم تھے۔ اب مجھے ضرورت ہوئی کی دوسرے در پر جبیں سائی کروں۔ میں نے لکھنؤ کے اساتذہ پر ایک سرسری نظر ڈالی۔ لیکن مجھے خیال پیدا ہوا کہ جناب نامیؔ صاحب کے استاد دعبل ہند حضرت ذاخرؔ مدظلہ العالی کی موجودگی میں مَیں دوسرا دروازہ کیوں دیکھوں۔ میرے لئے ہر طرح یہی مناسب تھا کہ اس میں جناب نامیؔ صاحب کی ناراضگی کا بھی اندیشہ نہ تھا اور میرے فخر کی کے لئے بھی کافی تھا۔ بہر حال میں دعبل ہند حضرت ذاخرؔ مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اب

بہزادؔ ذاخری صاحب، اسسٹنٹ ایڈیٹر'نظارہ' لکھنؤ

جناب نامیؔ صاحب کی تشریف آوری رنگون کے بعد بھی میں جناب دعبل ہند مدظلہ ہی کا شاگرد ہوں اور انہیں کا شرف غلامی قبول کر لیا ہے جو میرے استاد اول جناب نامیؔ صاحب کے بھی استاد ہیں۔ اور تقریباً جناب دعبل ہند مدظلہ نے نامیؔ صاحب پر اٹھارہ سال محنت کی ہے۔ یہ اسی محنت کا نتیجہ ہے کہ آج جناب نامیؔ صاحب کا ہندوستان کے مشہور شعراء میں شمار ہوتا ہے۔

میں قبل اس کے کہ اصلاح سخن کا سلسلہ شروع کروں، استاد معظم دعبل ہند حضرت ذاخرؔ مدظلہ العالی کے سلسلۂ نسب اور سلسلۂ شاعری کا تذکرہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

نسب:

استاد معظم کا اسم گرامی سید فرزند حسین اور تخلص ذاخرؔ ہے۔ آپ کی ولادت لکھنؤ میں ۱۲۸۸ھ میں ہوئی اور اس وقت ماشاء اللہ آپ کا سن شریف ۶۲ سال کا ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب ۳۱ پشتوں کے بعد حضرت امام علی نقی علیہ السلام تک پہنچ جاتا ہے۔ استاد معظم کے والد ماجد جناب مولوی سید وارث حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ رئیس نصیر آباد (جائس) ہیں جن کا نسب قصبہ نصیر آباد میں ایک بہترین نسب مانا جاتا ہے۔ جناب سید وارث حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ کی اولاد اس وقت ہندوستان میں اپنا ڈنکا بجا رہی ہے۔ جناب سید وارث حسین صاحب مرحوم کے چار صاحبزادے ہیں۔ سب سے بڑے ہمارے استاد معظم دعبل ہند حضرت ذاخرؔ مدظلہ العالی اور استاد معظم سے چھوٹے صاحبزادے حضرت شمس العلماء مولانا مولوی السید سبط حسن صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔ حضرت شمس العلماء سے ہندوستان کا کون شخص

ناواقف ہے؟ اور کون ایسا مسلمان ہے جو حضرت شمس العلماء کے موعظہ سے بے بہرہ ہے؟ آپ اس وقت سلطان الواعظین کے لقب سے ہندوستان کیا بلکہ دنیا میں مشہور ہیں اور واقعی اس وقت دنیائے ذاکری اور واعظی میں آپ کی ذات والا صفات کا جواب نہیں ہے۔ اگرچہ آپ درجہ اجتہاد پر فائز ہیں اور لکھنؤ کا ہر مجتہد آپ کو اپنا ہمعصر تسلیم کرتا ہے لیکن آپ کبھی صف علماء میں اپنا خود شمار نہیں کرتے۔ چاہے آپ خود اپنا شمار صف علماء میں نہ کریں لیکن آپ کے مجتہد ہونے میں کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔

حضرت شمس العلماء مدظلہ سے چھوٹے صاحبزادے ابوالبراعہ مولانا مولوی السید ظفر مہدی صاحب گہرؔ مدیر و مالک رسالہ 'سہیل یمن' ہیں۔ آپ سے بھی دنیائے صحافت لاعلم نہیں ہے۔ آپ کے قلم کا ڈنکا ہندوستان بھر میں بج رہا ہے۔ آپ اگرچہ خود مولوی فاضل اور منشی فاضل ہیں، لیکن آپ کے پڑھائے ہوئے سیکڑوں منشی فاضل اور مولوی فاضل ہوگئے ہیں۔ آپ کی عربی اور فارسی قابلیت بے انتہا ہے۔ آپ شاعر بھی ہیں اور جو فرماتے ہیں اس کا مثل بھی نہیں ہوتا۔ زائد تر آپ کا کلام عربی اور فارسی پر مشتمل ہوتا ہے۔ اردو اشعار بہت کم ارشاد فرماتے ہیں۔

جناب گہرؔ مدظلہ العالی سے چھوٹے صاحبزادے جناب مولوی سید کامل حسین صاحب کاملؔ دبیر کامل ہیں۔ آپ کی فارسی قابلیت بہت کافی ہے آپ بھی شاعر ہیں اور آپ کا کلام بہت بلند پایہ ہوتا ہے۔

جہاں استاد معظم مدظلہ کا ددھیال بلند پایہ ہے، وہاں ننھیال بھی بہترین ہے۔ آپ کا ننھیال خاندان اجتہاد ہے۔ خاندان اجتہاد کی افضلیت سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ اور آج ہندوستان میں مذاہب اہل تشیع کی آبادی کا سہرا خاندان اجتہاد کے سر ہے اور ہندوستان کا کوئی ایسا مجتہد نہیں ہے جس کا سلسلۂ تلمذ خاندان اجتہاد سے وابستہ نہ ہو۔

سلسلۂ شاعری:

سلسلۂ نسب کے بعد سلسلۂ شاعری ہے۔ استاد معظم اپنے حقیقی ماموں استاذ الاساتذہ جناب نواب مولوی سید اصغر حسین صاحب فاخرؔ اعلی اللہ مقامہ کے شاگرد و جانشین ہیں۔

جناب فاخرؔ اعلی اللہ مقامہ اپنے چچا جناب نواب مہدی حسین صاحب ماہرؔ اعلی اللہ مقامہ کے شاگرد تھے اور جناب ماہرؔ اعلی اللہ مقامہ حضرت اسیرؔ مرحوم سے اصلاح لیتے تھے اور حضرت اسیرؔ اعلی اللہ مقامہ کو حضرت مصحفیؔ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ چنانچہ میرا سلسلہ شاعری بھی حضرت مصحفیؔ اعلی اللہ مقامہ پر منتہی ہوتا ہے۔ ہمارے استاد معظم ہر صنف شاعری پر قادر ہیں۔ آپ کے بیاسی (۸۲) مرثیئے موجود ہیں جن میں کا کوئی مرثیہ بھی ڈھائی سو بندوں سے کم نہیں ہے اور بعض مرثیے ساڑھے تین تین اور چار چار سو بندوں پر مشتمل ہیں۔ اور ہر ایک مرثیہ اپنا جواب نہیں رکھتا۔ تقریباً دو جلدیں پانچ پانچ سو صفحوں کی ہیں جن میں محض رباعیات اور سلام درج ہیں، پانچ سو سے زائد قصائد موجود ہیں، غزلیں تو لاتعداد ارشاد فرمائی ہیں، اس لئے کہ تین دیوان مکمل موجود ہیں۔ اور ہر دیوان چار سو اور پانچ سو صفحوں پر مشتمل ہے۔ ان تینوں جلدوں میں تقریباً دو ہزار غزلوں سے زائد موجود ہیں۔ فن تاریخ گوئی اگرچہ مشکل فن ہے لیکن استاد معظم نے نزدیک وہ بالکل آسان ہے، اس لئے کئی سو کے قریب شادی اور مرگ وغیرہ کی تاریخیں موجود ہیں۔ نوحے تو لاتعداد ہیں اس لئے کہ لکھنؤ کی متعدد انجمنیں سوائے استاد معظم کے کسی دوسرے کا نوحہ پڑھتی ہی نہیں۔ ہندوستان میں چار سو شاگرد اپنے استاد کا نام لینے والے موجود ہیں استاد معظم کو اپنے کلام کی اشاعت میں ہمیشہ عذر رہا۔ وہ ایک مصرع بھی شائع کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ان کا قول ہے کہ میں شعر اپنے تفنن طبع کے لئے کہتا ہوں، اس لئے نہیں کہتا کہ میرا نام ہو۔ جس نے مشاعروں وغیرہ میں غزلیں سن کر نقل کرلیں یا ان کی بغیر اجازت کے شائع کردی ہوں تو ہوں لیکن وہ خود کبھی اس کے راضی نہیں ہیں۔

استاد معظم نے جہاں اور سب چیزیں صنف شاعری میں ارشاد فرمائی ہیں، وہاں متعدد مثنویاں بھی فرمائی ہیں اور اس میں 'مختار نامہ' اپنا مثل نہیں رکھتا۔ مختار نامہ کے تیس ہزار شعر دونوں بھائیوں نے مل کر یعنی استاد معظم مدظلہ اوران کے چھوٹے بھائی شمس العلماء مولانا السید سبط حسن صاحب مدظلہ نے ارشاد فرمائے ہیں اور پندرہ ہزار شعر استاد معظم کے منجھلے صاحبزادے حضرت سیدالواعظین لسان الشعراء مولانا مولوی السید اولاد حسین شاعرؔ صاحب مدظلہ العالی نے ارشاد فرمائے ہیں۔ اس کے بعد بھی مختار نامہ ابھی تک ناتمام ہے۔ استاد معظم کا تو یہی خیال تھا کہ جس طرح ایران میں فردوسیؔ نے فارسی میں شاہنامہ کہا ہے اور ساٹھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے اسی طرح میں ہندوستان میں 'مختار نامہ' اردو میں کہوں اور اس کے بھی ساٹھ ہزار شعر ہوں۔ 'مختار نامہ' اس وقت ایک ناتمام کتاب ہے۔ ہمارے خیال میں مختار نامہ اگر اس وقت شائع ہوجائے تو شاید اردوے ادب میں اپنی آپ ہی نظیر ہو۔ ہماری دعا ہے کہ لسان الشعراء مدظلہ کو کاش اس کا پھر شوق پیدا ہوجائے اور بقیہ پندرہ ہزار شعر تمام کردیں۔

ذاتی صفات:

استاد معظم اگرچہ مذہب شیعہ اثنا عشری کے پابند ہیں۔ لیکن ان کے تلامذہ میں ہر مذہب کے لوگ موجود ہیں۔ یہ میں ضرور کہوں گا کہ استاد معظم مذہب میں بہت سخت ہیں اور وہ ایک زبردست مذہبی انسان ہیں لیکن وہ صرف اپنی ذات کے لئے۔ آج تک کسی شاگرد سے نہ انہوں نے مذہب کا سوال کیا اور نہ وہ سلسلہ شاعری میں ذکر مذہب کو اچھا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ایک میں ہی ایسا ہوں جو سخت سنی المذہب آدمی ہوں لیکن بغیر کسی تعصب کے استاد معظم مثل اپنی اولاد کے مجھ سے پیش آتے ہیں اور میرے علاوہ سیکڑوں حنفی المذہب استاد معظم کے شاگرد ہیں اور اس کے علاوہ سیکڑوں حضرات تشیع اور حضرات اہل ہنود فہرست تلامذہ میں موجود ہیں۔ استاد کا اخلاق ایک بہترین اخلاق ہے وہ اپنی وضع کے پابند ہیں۔ وہ اول تو مشاعروں میں شرکت ہی بہت کم فرماتے ہیں اور اگر کہیں تشریف لے بھی جاتے ہیں تو اول سے آخر مشاعرہ تک برابر داد دیتے رہتے ہیں، اور آٹھ برس کے بچہ کی بھی تعریف کرتے ہیں۔ وہ اس جدید تہذیب کے پابند نہیں جو آج کل اساتذہ میں رائج ہے، وہ قوت گویائی رکھتے ہوئے بت بن جانا پسند نہیں کرتے۔

صاحبزادے:

استاد معظم دعبل ہند مدظلہ العالی کے ماشاء اللہ تین صاحبزادے ہیں، سب سے بڑے مولانا مولوی السید محمد صاحب گرامیؔ مدظلہ العالی ہیں جو متعدد اخباروں کے ایڈیٹر اور مالک رہ چکے ہیں چنانچہ 'مسلم گزٹ' اور روزنامہ 'سیارہ' اور روزنامہ 'جدت' وغیرہ سے کون شخص ناواقف ہے۔ آپ نے سیکڑوں اخبار اور رسالوں کا اجراء کیا لیکن اپنا نام نامی سوائے چند اخبار اور رسائل کے شائع نہیں کیا، حالانکہ آپ ایڈیٹری کے ہر رسالے اور اخبار میں فرائض انجام دیتے رہے۔ آج آپ کے قلم کی پختگی کی انتہا نہیں ہے اور آپ کا دنیائے صحافت کے بہترین افراد میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کی علمی قابلیت زبردست ہے اور خصوصاً فارسی کے آپ بہترین ماہر ہیں اور سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ اس قابلیت کے بعد آپ نے تقریباً پانچ سال ایران میں بسر کئے۔ اسلئے ایران کی موجودہ فارسی سے بھی آپ اچھی طرح واقف ہیں اور اس وقت آپ کے بھی متعدد شاگرد منشی فاضل اور دبیر کامل وغیرہ کے امتحان میں کامیاب ہوگئے۔

آپ کا اردو کلام بھی نہایت بلند پایہ اور بہترین ہوتا ہے۔ آپ نے ایک غزل دو طرحوں میں ارشاد فرمائی ہے اور یہ صنعت اس میں موجود ہے کہ اگر ہر شعر کا پہلا مصرع دوسرا کردیا جائے اور دوسرا پہلا کردیا جائے تو ایک طرح میں غزل ہوگی، اور اگر اس کے برعکس کردیا جائے تو یہی غزل دوسری طرح شمار ہوگی۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ معنوں میں ایک ذرہ برابر فرق نہیں ہوگا۔ افسوس ہے کہ حضرت گرامیؔ مدظلہ نے یہ غزل کہیں ضائع فرمادی۔ چونکہ آپ کو شاعری کا شوق نہیں ہے اور آپ جو کچھ ارشاد فرماتے

ہیں وہ صرف لوگوں کے اصرار سے، اس لئے اپنے کلام کو کبھی احتیاط سے نہیں رکھتے۔ لیکن یہ غزل جس کا میں نے ذکر کیا، یہ کیننگ کالج کے مشہور سالانہ مشاعرہ میں ارشاد فرمائی تھی۔ اس مشاعرے میں دو طرحیں نکلی تھیں ایک کے قافیہ و ردیف ''زباں میری'' اور داستاں میری وغیرہ تھے لیکن بحر دونو کی ایک تھی۔ اس لئے اگر اوپر کا مصرع نیچے کر دیا جاتا تھا تو داستاں میری میں غزل ہو جاتی تھی اگر نیچے کا مصرع اوپر کر دیا جاتا تھا تو 'آتے ہیں' اور 'جاتے ہیں' میں غزل ہو جاتی تھی۔ بہر حال اگر گرامیؔ صاحب نے وہ غزل ضائع بھی کر دی ہے لیکن ہم اس کو نظارہ میں انشاءاللہ شائع کریں گے، اس لئے کہ کیننگ کالج میگزین میں وہ غزل مع ایڈیٹر کے زبردست نوٹ کے شائع ہوئی ہے اور ہم وہ میگزین تلاش کر کے لائیں گے اور شائع کریں گے۔

دعبل ہند مدظلہ العالی کے دوسرے صاحبزادے سیدالواعظین لسان الشعراء مولانا مولوی السید اولاد حسین صاحب شاعرؔ لکھنوی مدظلہ العالی ہیں۔ میرے خیال میں مولانا شاعرؔ مدظلہ العالی کا تذکرہ کرنا بیکار ہے، اس لئے کہ ہندوستان کا بچہ بچہ اس سے ناواقف نہیں ہے۔ آپ کی تقریر، آپ کی نظم، آپ کی نثر میں کس چیز کو پیش کروں اور کون سی چیز کو اچھا کہوں! جس طرف میں نظر اٹھاتا ہوں اس میں آپ کی ذات کو لاجواب پاتا ہوں۔ صنف واعظی میں آپ کا نظیر نہیں اور آپ ہندوستان کے لاجواب واعظ ہیں۔ آپ کی علمی قابلیت کا اندازہ کرنا میری ذات کے لئے مشکل ہے۔ ہاں! اتنا جانتا ہوں کہ آپ عربی و فارسی کے زبردست عالم ہیں۔ شاعری میں تو کیا کہوں؟ واقعی میں حیران ہوں، آپ صنف شعر کی ہر قسم پر قادر ہیں۔ آپ ہر رنگ میں استاد ہیں۔ جہاں آپ لکھنؤ کی زبان نظم کرتے ہیں، وہاں دہلی کی زبان بھی آپ کے کلام کے لئے آغوش شوق کھولے ہوئے آگے بڑھتی ہے۔ آپ اتنا صاف بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک بچہ بھی سمجھ لے اور آپ بلند بھی ارشاد فرمانے کے عادی ہیں کہ ہر شخص سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے۔ آپ ڈیڑھ سو برس کی زبان اس خوبی سے نظم فرما دیتے تھے کہ یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ موجودہ دور میں کسی کا کلام ہے۔ آپ آج کل کی پنجابی شاعری پر بھی اچھی طرح قادر ہیں۔ آپ فارسی کے بھی بلند پایہ اور زبردست شاعر ہیں اور عربی میں بھی سیکڑوں قصائد اور غزلیں ارشاد فرمائی ہیں۔ آپ کی متعدد تصانیف ملک میں شائع ہو چکی ہیں۔ ''سبد گل'' بارہ نظموں کا مجموعہ اس وقت لاجواب کتاب ہے۔ اس کی ایک یا دو نظمیں 'نظارہ' میں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ آپ کی زود گوئی کا مثل و نظیر نہیں ہے آپ ایک شعر ایک منٹ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ شاید کسی صاحب کو یہ خیال پیدا ہو کہ ایسا نہیں ہو سکتا تو میں اس کا مشاہدہ بھی کرا سکتا ہوں۔ اور پھر لطف یہ کہ اس زود گوئی میں شعر میں وہی لطافت اور عمدگی موجود رہتی ہے۔ اور پھر یہ بھی نہیں کہ ایک یا دو شعر اس قید سے ارشاد فرمائے ہوں بلکہ ساڑھے تین تین گھنٹے میرے سامنے اسی طرح ایک منٹ میں ایک ایک شعر ارشاد فرمایا ہے۔ آپ بھی ہر فن شعر پر قادر ہیں۔ اگر چہ ہزاروں غزلیں وغیرہ آپ نے کہہ کہہ کر لوگوں کو دے دیں اور متعدد حضرات کو صاحب دیوان بنا دیا۔ اس وقت آپ کے بھی متعدد مراثی، سیکڑوں نوحے اور سلام اور ہزاروں کے قریب غزلیں اس وقت بھی موجود ہیں۔

اگر چہ آپ کے اس وقت متعدد تلامذہ موجود ہیں لیکن ان تلامذہ کا شمار ابھی آپ اپنے والد ماجد دعبل ہند مدظلہ کے تلامذہ میں فرماتے ہیں، اور اسی پر کیا منحصر ہے بلکہ میرے استاد بھائیوں میں سے حضرت دعبل ہند مدظلہ العالی کے تلامذہ میں بہت کم حضرات ایسے ہیں جنہوں نے مولانا شاعرؔ مدظلہ سے اصلاح نہیں لی، ورنہ سیکڑوں کی تعداد میں ایسے ہیں جن کو مولانا شاعرؔ مدظلہ نے اصلاح دی۔ اور صرف اسی پر منحصر نہیں ہے بلکہ غزلیں اور سلام مراثی کہہ کہہ کر دیئے اور اس سے میری ذات بھی نہیں بچی۔

استاد معظم کے سب سے چھوٹے صاحب زادے مولوی سید ظفر عباس صاحب فضلؔ لکھنوی ایڈیٹر نظارہ لکھنو کی ذات والا صفات ہے۔ ہمیں پروف کی صحت کے وقت یہ معلوم کر کے

سخت افسوس ہوا کہ جناب فضل صاحب نے بحیثیت ایڈیٹر 'نظارہ' کے اس مضمون سے خود اپنے متعلق جو کچھ تھا وہ حرف غلط سمجھ کر کاٹ دیا اور جو کچھ بھی میں نے لکھا تھا وہ کتابت سے پہلے ہی انہوں نے نظر انداز فرما دیا۔ حالانکہ میں نے کہا بھی کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ اپنے قلم سے، آپ کا قلم نہیں ہے۔ لیکن کیا کروں انہوں نے منظور نہیں فرمایا۔ ہاں آئندہ کسی ایسے موقع سے ان کے حالات کا تذکرہ کروں گا جب وہ شہر سے باہر گئے ہوئے ہوں گے، اور ان کی عدم موجودگی میں ان کے فرائض میں ادا کرنے پر مامور ہوں گا۔ (انشاءاللہ)

تلامذہ:

استادِ معظم دعبلِ ہند مدظلہ کے تلامذہ کا لکھنا میرے لئے آسان کام نہیں ہے اگر سب کو لکھوں تو اس کے لئے مجھے بھی ذرا وقت کی ضرورت ہوگی اس لئے محض تھوڑے اسمائے گرامی جو قابل تذکرہ ہیں ان کا ذکر کر دینا اچھا سمجھتا ہوں۔ کیا تعجب ہے کہ انشاءاللہ آیندہ میں تفصیل سے فہرست تلامذہ لکھ سکوں۔

جناب سید محمد رضی صاحب شگفتہ (منیجر، سرفراز قومی پریس لکھنؤ)، جناب سید محمد حسن صاحب تاثیر منشی فاضل (ہیڈ مولوی بڑوت ضلع میرٹھ)، جناب سید محمد تقی صاحب نامی، ایڈیٹر 'صحیفۂ وارث' بمبئی و 'ترچھی نظر' لکھنؤ و 'مجاہد' لکھنؤ، مشہور ڈرامہ نویس۔ جناب مرزا محمد باسط علی صاحب حزیں سکریٹری انجمن نقاد سخن، فیض آباد۔ جناب ابوالقاسم عرف بنّے صاحب سحر لکھنوی، جناب چھبن صاحب گہر لکھنوی، جناب سید محمد حسین صاحب سالک لکھنوی، خلف شمس العلماء مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ مد ظلہ العالی۔ جناب کشور لکھنوی، جناب حسن مہدی صاحب بشاش لکھنوی، جناب ابوالخیال حکیم ڈاکٹر مہدی حسین صاحب میکش ایچ، پی۔ جناب سید دلدار علی صاحب عرف متّے آغا صاحب راز اجتہادی، جناب سید رضی صاحب (منشی فاضل و دبیر کامل) ہدف اجتہادی۔ جناب مولانا سید ابوالحسن صاحب تحیر صدرالافاضل۔ جناب سید علی سرور صاحب صدف لکھنوی۔ جناب سید کلب ذکی صاحب ہوش لکھنوی۔ جناب سید محمود حسین صاحب تابش لکھنوی۔ جناب سید مقبول حسین صاحب نازش لکھنوی۔ جناب اختر صاحب لکھنوی۔ جناب ابوالبلاغہ مولوی سید علی داور صاحب ہلال لکھنوی، صدرالافاضل، مدیر 'مبلغ' لکھنؤ۔ جناب چھبن صاحب شیفتہ لکھنوی۔ جناب سید محمد مہدی صاحب مہدی، بھنڈی بازار بمبئی۔ جناب سید مصطفیٰ حسین صاحب صہبا لکھنوی۔ جناب اسحٰق لکھنوی۔ جناب کوکب غازی پوری۔ جناب نواب مہدی حیدر صاحب درد لکھنوی۔ جناب قاری سرفراز حسین صاحب ولا لکھنوی۔ جناب ناصح لکھنوی۔ جناب منّے نواب صاحب نواب لکھنوی، جناب سید سبط احمد صاحب تحمل لکھنوی۔ جناب صادق حسین صاحب عرف بڈھن صاحب بسمل لکھنوی۔ جناب سعید اللہ خاں صاحب نالاں لکھنوی، مقیم اناؤ۔ جناب چودھری امجد حسین صاحب آرزو، مقیم کان پور۔ جناب شاہ الطاف حسین صاحب جویا۔ جناب مرزا اشتیاق حسین صاحب سہیل لکھنوی، خلف منشی احمد حسین صاحب قمر لکھنوی مرحوم (مصنف طلسم ہوشربا)۔ جناب سید محسن رضا صاحب طپش لکھنوی مقیم گوالٹولی کانپور۔ جناب سید امیر حسین صاحب معجز لکھنوی سکریٹری انجمن شاہ انس و جاں۔ جناب منشی پیارے لال صاحب صولت لکھنوی۔ جناب شیام سندر لال صاحب قیصر لکھنوی۔ جناب ارتضیٰ خاں صاحب ارتضیٰ لکھنوی۔ جناب خلش لکھنوی وغیرہ۔

استادِ معظم دعبلِ ہند مدظلہ العالی کے چار سو تلامذہ میں جتنے نام مجھے یاد آتے گئے وہ میں نے درج کئے ہیں اور ابھی بہت سے حضرات کا نام مجھے زبانی یاد نہیں۔

فہرست مذکورۂ بالا میں ایسے بھی حضرات ہیں جو اس وقت خود بھی صاحب تلامذہ ہیں، ان لوگوں کے اسمائے گرامی جنھوں نے پرائیویٹ اصلاح لی ہے اور وہ اپنا نام تلامذہ میں اس لئے ظاہر کرنا اچھا نہیں سمجھتے کہ وہ خود بھی صاحب تلامذۂ کثیر ہیں۔

اصلاح

اس مرتبہ حضرت فضل لکھنوی اور جناب سالک لکھنوی کے

چند شعر مع استاد معظم کی اصلاح کے پیشکش ناظرین کرتا ہوں انشاءاللہ آئندہ اور استاد بھائیوں کی غزلیں مع اصلاح کے درج کروں گا۔

جناب فضلؔ لکھنوی مطلع ارشاد فرماتے ہیں ؎

زمیں سے خون ابلے، آسماں سے خوں کا مینہ برسے
رگ گردن جو چھو جائے کہیں قاتل کے خنجر سے

مطلع نہایت عمدہ اور پر لطف فرمایا ہے اور پھر لطف یہ کہ یہ حقیقت بھی ہو سکتا ہے۔ صفائی بندش وغیرہ قابل داد ہے۔ لیکن استاد معظم نے تھوڑے سے تغیر و تبدل سے اور عمدہ فرمادیا۔ استاد معظم کی اصلاح ملاحظہ ہو۔

زمیں سے خون ابلے آسماں سے خوں کا مینہ برسے
جو چھو جائے رگِ گردن مری قاتل کے خنجر سے

جناب فضلؔ صاحب دوسرا مطلع ارشاد فرماتے ہیں ؎

دھواں اٹھا جگر سے اشک ابلے دیدۂ تر سے
سلگتی آگ لو دینی لگی پانی کی چادر سے

مطلع کی خوبی، تخیل کی بلندی سے واضح ہے اور مصرع کا اتنا چست لگا دینا یہ جناب فضلؔ ہی کا کام تھا۔ لیکن استاد معظم مدظلہ نے اس کو تھوڑے سے الفاظ کے تغیر و تبدل سے اور بھی بلند فرمادیا ملاحظہ ہو ؎

دھواں اٹھا جگر سے اشک ابلے دیدۂ تر سے
تماشہ ہے کہ لو اٹھنے لگی پانی کی چادر سے

جناب فضلؔ صاحب ارشاد فرماتے ہیں ؎

نہ امیدیں ہیں اب دل کی، نہ وعدہ ہے، نہ آئینگے
مگر یہ ڈبڈباتی آنکھ ہٹتی ہی نہیں در سے

اس میں شک نہیں کہ یہ شعر زبان اور صفائی میں بے نظیر ہے اور اس میں ایک نیچرل خیال انتہائی محبت پر مبنی دکھایا گیا ہے۔ انسان جس سے سخت محبت کرتا ہو اور ہر وقت اسی کی شکل نظروں میں پھرتی ہو تو کسی وقت یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جیسے یا شاید وہ آ جائے یا آتا ہو اس مطلب کو فضلؔ صاحب نے آنکھ ہٹتی ہی نہیں سے واضح کر دیا۔ اور ''ہی'' نے شعر میں ایک عجیب لطف پیدا کر دیا ہے۔ لیکن استاد معظم نے بھی صرف لفظ کیوں سے قریب قریب یہی فائدہ اٹھایا ہے لیکن لفظ ''ہی'' سے لفظ ''کیوں'' بلند نظر آتی ہے۔ حالانکہ تخیل میں ایک ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہوا ملاحظہ ہو:

تصور ہے نہ امیدیں نہ تو ہے اور نہ آہیں ہیں
مگر یہ ڈبڈباتی آنکھ کیوں ہٹتی نہیں در سے

جناب فضلؔ صاحب ارشاد فرماتے ہیں ؎

دل پُر داغ گرمی دے رہا ہے آہ سوزاں کو
لگی ہے آگ اک گھر میں دھواں اٹھتا ہے اک گھر سے

اس شعر کی بلندی ظاہر ہے اس پر بھی فضلؔ صاحب نے مصرع نہایت زبردست لگایا ہے لیکن استاد معظم نے اس کو اور بھی بلند اور عمدہ فرمادیا، ملاحظہ ہو۔

ہے شعلہ داغ دل میں اور نظر میں زلف جاناں ہے
لگی ہے آگ اک گھر میں دھواں اٹھتا ہے اک گھر سے

جناب سالکؔ صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔

آنکھیں لڑیں قمر سے چھوٹیں پڑیں زمیں پر
سالکؔ نشانِ سجدہ چمکا مری جبیں پر

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سالکؔ صاحب نے مطلع نہایت عمدہ فرمایا ہے لیکن اوپر کا مصرع ذرا صفائی چاہتا تھا۔ استاد معظم نے تھوڑے سے تغیر سے بہتریں، فرمادیا، ملاحظہ ہو:

آنکھیں لڑیں قمر سے ٹھہری نہ ضو کہیں پر
سالکؔ نشان سجدہ چمکا مری جبیں پر

جناب سالکؔ صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔

دل مجھ سے کہہ رہا ہے ہنگام گفتگو یہ
قربان سو ادائیں ظالم کی اک نہیں پر

جناب سالکؔ صاحب نے پہلے مصرع میں کوئی خاص بات پیدا نہیں کی تھی لیکن جناب استاد معظم نے اس میں ایک ندرت پیدا فرمادی ہے اور لطف یہ کہ تخیل میں کوئی تبدیلی واقع

بقیہ۔۔۔۔صفحہ ۱۲؍ پر

بنیادی فرض تھا اور اس کو پہچاننا اُس کے لئے ضروری تھا اس لئے اسلام نے پہلی تعلیم اسے یہی دی کہ وہ اپنی پیشانی اگر کسی کے سامنے جھکائے تو وہ صرف اللہ کی ذات ہونا چاہئے۔قرآن پاک کا اس سلسلہ میں یہ ارشاد ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:

"(اے لوگو!) وہی تمہارا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔تو اسی کی عبادت کرو۔" (سورہ انعام، ۱۰۲)

دین اسلام کی سب سے زیادہ اہم، گہری اور بنیادی تعلیم خالق عالم کا اعتقاد ہے جسے کسی دوسرے دین نے صحیح طور پر انسان کے سامنے کبھی نہیں پیش کیا سوائے اسلام کے جس نے تصوّرِ الٰہ کو اس کی پوری عظمت و برتری کے ساتھ ظاہر کیا ہے کیونکہ اسی اعتقاد اور اسی نظریہ پر انسان کے اصلاحی نظام اور اس کے صحیح کردار کی تخلیق ممکن اور موقوف تھی یہ انسانی فطرت کا سچا تقاضا تھا کہ وہ اپنی برتری کو سمجھے اور اپنے خالق اور پروردگار کی عظمت کا عقیدہ اختیار کرے۔اسلام نے اُس کو فطرت کے اس تقاضے سے آگاہ کیا اس کے بعد اسلام کی جس قدر بھی تعلیمیں ملتی ہیں اُن میں فطرتِ انسانی کے تقاضوں کا پورا لحاظ موجود ہے اور یہ وہ خصوصیت ہے جو دنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔

اسلام کی بنیادی تعلیموں میں دوسری چیز نبوت و رسالت ہے جو انسان کی فطرت کا دوسرا تقاضا تھا۔جب اس نے اللہ کو مان لیا اور اس بات کو تسلیم کر چکا کہ اُس کا کوئی پیدا کرنے والا موجود ہے اور اُس کی پیدائش کسی خاص غرض اور مقصد کے لئے ہوئی ہے تو پھر اُس کی فطرت کا تقاضا تھا کہ وہ اسے بھی جان لے کہ اللہ کی کیا مشیّت ہے اور وہ اپنی مخلوق سے کیا چاہتا ہے۔اسی راز کو بتانے کے لئے ایسی بزرگ و برتر ہستیوں کی ضرورت تھی جو اپنے عمل اور اپنے کردار کے لحاظ سے اس منصب کی مستحق ہوں کہ وہ اللہ کا پیغام اُس کے بندوں تک پہنچا سکیں اور خلق خدا کو اُس کے فرائض سے آگاہ کریں۔ایسے ہی لوگ نبی اور رسولؑ کہے جاتے ہیں۔اس نبوت کے عقیدہ کو اسلام نے دوسرا درجہ عطا کیا ہے، جو فطرتِ انسانی کا وجود خدا اور توحید کے بعد سب سے بڑا فطری تقاضا تھا کیونکہ اس کے بغیر انسان کا نظامِ زندگی مکمل ہی نہیں ہوسکتا تھا۔اسلام نے انسان کو انسانی برادری کی قدر بتائی، معاشرتی زندگی کے اصول سمجھائے، اجتماعی روابط سے آشنا کیا اور زندگی کے ہر شعبہ اور حیات کے ہر گوشہ کے لئے اُس کو ہدایات دیں۔



بقیہ۔۔۔۔شہید کربلا کے خاندانی خصوصیات

دکھاؤں۔آیا وقت اور ۶۱ھ میں حسینؑ کو اس اسلام کی خاطر وہ سب کچھ نذر کر دینا پڑا، جوان کے پاس سرمایہ تھا۔

انھوں نے اتنی بڑی قربانی پیش کر دی جس کی نظیر نہ اس کے پہلے نظر آتی ہے، نہ اس کے بعد۔آج جبکہ اس واقعہ کو تیرہ سو سال پورے ہو رہے ہیں وہ اسی طرح ندرت اور عظمت رکھتا ہے جس طرح اپنے وقوع کے موقع پر رکھتا تھا۔اور اسی لئے آج تک دنیا اسے یاد رکھتی ہے اور اس وقت تیار ہو رہی ہے کہ اس کی سیزدہ صدسالہ یادگار بڑے وسیع پیمانہ پر قائم کی جائے۔

آج جبکہ اسلام کو بڑی ضرورت قربانی کی ہے، اس یادگار کا قائم کرنا مسلمانون کے لئے حیات بخش ہے۔دیکھنا ہے مسلمان اپنے اس فرض کو کس طرح انجام دیتے ہیں۔ ✿✿✿

بقیہ۔۔۔۔اصلاح سخن

نہیں ہوئی۔ملاحظہ ہو:

دل مجھ سے کہہ رہا ہے بگڑی ہوئی ضدوں پر
قربان سو ادائیں ظالم کی اک نہیں پر

(باقی آئندہ انشاءاللہ)

نوٹ: استاد بھائیوں سے التماس ہے کہ وہ اپنی ایک ایک غزل مع استاد معظم کی اصلاح کے میرے پاس بہت جلد روانہ فرمادیں تاکہ میں آئندہ "اصلاح سخن" کے ذیل میں پیش کرسکوں۔ (بہزادؔ)

(ماخوذ از ماہنامہ 'نظارہ' لکھنؤ، مشاعرہ نمبر ۱۹۳۲ء)